مطبوعات

قرار داد مقاصد سے
اسلامی قانون تک
مؤلف: ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی
ناشر: طاہر سنز۔ اُردو بازار کراچی
قیمت: ۳۰/- روپے

بعض کتابیں ایک خصوصی سرمایہ مسرت بن کر آتی ہیں۔ ایسی ہی ایک کتاب یہ ہے۔ تاریخ پاکستان کے صرف ابتدائی ڈیڑھ سال (تقریباً) کے عرصے کو چھوڑ کر بقیہ پورے دور کی ایک شعور انگیز جاندار اور حرکت آموز تاریخ ہے۔ ڈاکٹر صدیقی نے بڑی حد تک مؤرخ کا پارٹ صحیح طور پر ادا کیا ہے۔ نہ کسی اہم عنصر کو نظر انداز کیا ہے اور نہ دانستہ کسی کے پارٹ کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے جس کی مثالیں پہلے موجود ہیں۔ بعض تاریخیں تو یہ جواب ہی نہیں دیتیں کہ اچانک قرار داد مقاصد کیسے رونما ہوگئی جب کہ اس کے لیے قوم میں کوئی حرکت ہی نہ تھی۔ ان "لاجواب" تاریخوں میں ایک حرکت انگیز تاریخی قوت کو اسٹیج سے غائب کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اُسے سامنے لاتے بغیر تحریک اسلامی دستور کا کوئی ہیولیٰ مرتب ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر صدیقی صاحب کے حُسنِ ترتیب و تحریر کی داد میں اِن الفاظ میں دیتا ہوں کہ کتاب پڑھنے لگا تو یوں معلوم ہوا کہ ایک دلچسپ کہانی کی رَو میں بہتا چلا جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کا اوّلین اہم باب اسلامی دستور کے لیے قوم کی جد وجہد کی مؤرخانہ رودیداد ہے جو تاریخ پاکستان کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملتی۔ پھر غلام محمد، سکندر مرزا اور صدر ایوب کے ادوارِ ثلاثہ کے پیچیدہ احوال کی گرہ کشائی ہے، آخر میں حوادث کے اس بھنور کا ماہرانہ تجزیہ ہے، جسے دریائے تاریخ کی تین لہروں — یحییٰ، مجیب اور بھٹو — نے پیدا کیا۔

اب چند مشورے اس خیال سے عرض ہیں کہ کتاب کے اگلے ایڈیشن میں ان کو ملحوظ رکھ کر اضافہ و ترمیم

سے کام لیا جا سکے۔

۱- لیڈروں کے ایسے تمام اقوال جو متن میں مذکور ہیں، اُن کا حوالہ منفصلاً حاشیے میں ہونا چاہیے تھا۔ ۲- یہ بات صراحت و وضاحت سے آنی چاہیے تھی کہ اس ملک کو خراب کرنے میں اس کے حکمرانوں ہی کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ ۳- شروع میں ایک فصل کے اندر تشکیلِ پاکستان سے قراردادِ مقاصد کے پاس ہونے تک کے دور کو مختصراً پیش کیا جانا چاہیے تھا۔ ۴- دستور کے لیے سیکولرسٹ طبقے کے محاذ کا تجزیہ ذرا سا اور تفصیلی ہونا چاہیے تھا کہ کون کون سے عناصر کن کن طریقوں سے کام کر رہے تھے۔ ۵- دستوری تحریک کے دوران میں جو مغربی لٹریچر ہم پر برسایا جاتا رہا، خصوصاً یہودی مصنفین کی کتب، ایک باب میں ان پر نظر ڈالنی چاہیے تھی، کیونکہ اس لٹریچر کا مقصد سیکولرسٹ گروہ کی پشت پناہی تھا۔ ۶- ۱۹۵۳ء کے اضطرابات پنجاب اور اُس کی عدالتی تحقیقات پر ایک باب کی ضرورت تھی، کیونکہ اس کا تعلق بھی اسلامی دستور و نظام کے لیے ہونے والی کشمکش سے تھا۔ ۷- ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۷ء کے دور میں دینی اور سیاسی عناصر پر جو مظالم ہوئے اور طرح طرح کی بدتمیزیاں مختلف حضرات سے کی گئیں، اُن سب کا ایک خاکہ آنا چاہیے تھا۔ ۸- لیاقت باغ فائرنگ کا ذکر پڑھتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ مؤرخ کے بیان کے مطابق عوام کو دہشت زدہ کرنا ہی مقصود نہ تھا بلکہ ایک مقصد یہ تھا کہ اگر وہاں زد میں آنے والے لوگ (خصوصاً پٹھان) کوئی جوابی حرکت کریں تو اُن کو ملیامیٹ کر دیا جائے، دوسرا یہ تھا کہ صوبہ سرحد میں ایک ایسا انتقامی جذبہ اُبھرے کہ پٹھانوں اور پنجابیوں کے درمیان ٹکراؤ شروع ہو جائے۔ داد کے قابل ہے ولی خان کی بصیرت اور پٹھانوں کا صبر کہ انہوں نے لیاقت باغ فائرنگ کے خطرناک ترمقاصد کو پورا نہ ہونے دیا۔ ۹- انتخابات ۱۹۷۷ء کے بعد احتجاجی تحریک، جس میں عوام، علماء، وکلا، طلبہ اور خواتین نے شرکت کر کے ایک نئی مثال قائم کی۔ اُس کا ریکارڈ ایک اہم تاریخی کتاب میں محفوظ ہو جانا چاہیے تھا۔ ۱۰- بھٹو صاحب کی حکمتِ عملی سے پیدا ہونے والے بعض نتائج مؤرخ کے قلم کی زد سے باہر رہ گئے ہیں، مثلاً یہ کہ غریب طبقوں کو خوش حال لوگوں کے خلاف مشتعل کر کے اُن کے رشتۂ تعاون کو تباہ کر دیا گیا، یا یہ کہ کارخانوں اور دفتروں میں ایک طرف کام چوری بڑھی، افسر اور ماتحت کے درمیان ڈسپلن ختم ہوا، تنخواہوں اور الاؤنسوں کو بڑھوانے کے لیے ہنگامے بڑھ گئے یا یہ کہ قواعد کو توڑ کر ملازمتیں چھیننے اور دلوانے، چہیتے ملازمین کو ترقی دلوانے، بنکوں یا محکموں سے